۹ اپنی مدد آپ

اس سبق کی تدریس کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- عمدہ سامع کے طور پر الفاظ، جملوں، مصرعوں، شعروں، نظموں، گیتوں وغیرہ کے تلفظ، آہنگ، لحن، لے اور ادائی سے شعوری طور پر لطف اٹھا سکیں۔
- کلام / بات کو درمیان سے سن کر اپنے حافظے سے تسلسل کے ساتھ اہم نکات بتا سکیں۔
- اپنی گفتگو میں جذبے اور تاثر کے حوالے سے شدت اور لہجے کے زیر و بم کا لحاظ رکھ کر ڈرامائی کیفیات ادا کر سکیں۔
- مختلف منظوم / منثور اصناف ادب پڑھ کر مصنفین کے طرز تحریر کی شناخت کر سکیں۔
- منتخب اقتباس کی تلخیص نویسی کر سکیں۔
- اپنی جماعت کے معیار کے مطابق روزمرہ، ضرب الامثال اور محاورات کا استعمال کرتے ہوئے سادہ اور مرکب جملے تحریر کر سکیں۔
- ذرائع ابلاغ سے خبروں، ڈراموں اور لیکچروں میں اٹھائے گئے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ سن کر اہم نکات مع تبصرہ و تشریح بیان کر سکیں۔
- عبارت میں اسم، فعل اور حرف کی پہچان اور نشان دہی کر سکیں۔

پڑھیں

خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

یہ ایک نہایت عمدہ اور آزمودہ مقولہ ہے۔ اس چھوٹے سے فقرے میں انسانوں کا اور قوموں کا اور نسلوں کا تجربہ جمع ہے۔ ایک شخص میں اپنی مدد کرنے کا جوش اس کی سچی ترقی کی بنیاد ہے اور جب یہ جوش بہت سے شخصوں میں پایا جاوے تو وہ قومی ترقی اور قومی طاقت اور قومی مضبوطی کی جڑ ہے۔ جب کہ کسی شخص کے لیے یا کسی گروہ کے لیے کوئی دوسرا کچھ کرتا ہے تو اس شخص میں سے یا اس گروہ میں سے وہ جوش اپنی مدد آپ کرنے کا کم ہو جاتا ہے اور ضرورت اپنے آپ مدد کرنے کی اس کے دل سے مٹتی جاتی ہے اور اسی کے ساتھ غیرت جو ایک نہایت عمدہ قوت انسان میں ہے اور اسی کے ساتھ عزت جو اصلی چمک دمک انسان کی ہے از خود جاتی رہتی ہے اور جب کہ ایک قوم کی قوم کا یہ حال ہو تو وہ ساری قوم دوسری قوموں کی آنکھ میں ذلیل اور بے غیرت اور بے عزت ہو جاتی ہے۔

آدمی جس قدر کہ دوسرے پر بھروسے کرتے جاتے ہیں، خواہ اپنی بھلائی اور اپنی ترقی کا بھروسہ گورنمنٹ ہی پر کیوں نہ کریں (یہ امر بدیہی اور لابدی ہے) وہ اسی قدر بے مدد اور بے عزت ہوتے جاتے ہیں۔ اے میرے ہم وطن بھائیو! کیا تمھارا یہی حال نہیں ہے؟ ایشیا کی تمام قومیں یہی سمجھتی رہی ہیں کہ اچھا بادشاہ ہی رعایا کی ترقی اور خوشی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یورپ کے لوگ جو ایشیا کے لوگوں سے زیادہ ترقی کر گئے تھے، یہ سمجھتے تھے کہ ایک عمدہ انتظام قوم کی عزت و بھلائی و خوشی اور ترقی کا ذریعہ ہے، خواہ وہ انتظام باہمی قوم کے رسم و رواج کا ہو، یا گورنمنٹ کا۔ اور یہی سبب ہے کہ یورپ کے لوگ قانون بنانے والی مجلسوں کو بہت بڑا ذریعہ انسان کی ترقی کا خیال کر کے ان کا درجہ سب سے اعلیٰ اور نہایت بیش بہا سمجھتے تھے، مگر حقیقت میں یہ سب خیال غلط ہیں۔

ایک شخص فرض کرو کہ وہ لندن میں آئرلینڈ کی طرف سے پارلیمنٹ کا ممبر ہی کیوں نہ ہو جائے یا کلکتہ میں وائسرائے اور گورنر جنرل کی کونسل میں ہندوستان کا ممبر ہی ہو کر کیوں نہ بیٹھ جاوے، قومی عزت، قومی بھلائی اور قومی ترقی کیا کر سکتا ہے۔ برس دو برس میں کسی بات پر ووٹ دے دینے

سے گو وہ کیسی ہی ایمانداری اور انصاف سے کیوں نہ دیا ہو قوم کی کیا بھلائی ہو سکتی ہے۔ بلکہ خود اس کے چال چلن پر اس کے برتاؤ پر بھی اس سے کوئی اثر پیدا نہیں ہوتا تو قوم کے برتاؤ پر کیا اثر پیدا ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ بات بے شبہ ہے کہ گورنمنٹ سے انسان کے برتاؤ میں کچھ مدد نہیں ملتی، مگر عمدہ گورنمنٹ سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ آدمی آزادی سے اپنے قویٰ کی تکمیل اور اپنی شخصی حالت کی ترقی کر سکتا ہے۔

یہ بات روز بروز روشن ہوتی جاتی ہے کہ گورنمنٹ کا فرض بہ نسبت مثبت اور معمل ہونے کے زیادہ تر منفی اور مانع ہے اور وہ فرض جان اور مال اور آزادی کی حفاظت ہے۔ جب کہ قانون کا عمل درآمد دانش مندی سے ہوتا ہے تو آدمی اپنی جسمی اور ذہنی محنت کے ثمروں کا بے خطر حظ اٹھا سکتا ہے۔ جس قدر گورنمنٹ کی حکومت عمدہ ہوتی ہے اتنا ہی ذاتی نقصان کم ہوتا ہے۔ مگر کوئی قانون گو وہ کیسا ہی ابھارنے والا کیوں نہ ہو، ست آدمی کو محنتی، فضول خرچ کو کفایت شعار، شراب خور کو تائب نہیں بنا سکتا، بلکہ یہ باتیں شخصی محنت، کفایت شعاری، نفس کشی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ قومی ترقی، قومی عزت، قومی اصلاح، عمدہ عادتوں، عمدہ چال چلن، عمدہ برتاؤ کرنے سے ہوتی ہے، نہ گورنمنٹ میں بڑے بڑے حقوق اور اعلیٰ درجے حاصل کرنے سے۔

یہ ایک نیچر کا قاعدہ ہے کہ جیسا مجموعہ قوم کی چال چلن کا ہوتا ہے یقینی اسی کے موافق اس کے قانون اور اسی کے مناسب حال گورنمنٹ ہوتی ہے۔ جس طرح کہ پانی خود اپنی پنسال میں آجاتا ہے، اسی طرح عمدہ رعایا پر عمدہ حکومت ہوتی ہے اور جاہل و خراب و ناتربیت یافتہ رعایا پر ویسی ہی اکھڑ حکومت کرنی پڑتی ہے۔ تمام تجربوں سے ثابت ہوا ہے کہ کسی ملک کی خوبی و عمدگی اور قدر و منزلت بہ نسبت وہاں کی گورنمنٹ کے عمدہ ہونے کے زیادہ تر اس ملک کی رعایا کے چال چلن، اخلاق و عادات، تہذیب و شائستگی پر منحصر ہے، کیونکہ قوم شخصی حالتوں کا مجموعہ ہے اور ایک قوم کی تہذیب در حقیقت ان مردوں عورتوں اور بچوں کی شخصی ترقی ہے، جن سے وہ قوم بنی ہے۔

قومی ترقی مجموعہ ہے شخصی محنت، شخصی عزت، شخصی ایمانداری، شخصی ہمدردی کا۔ اسی طرح قومی تنزل مجموعہ ہے شخصی سستی، شخصی بے عزتی، شخصی بے ایمانی، شخصی خود غرضی کا اور شخصی برائیوں کا۔ ناتہذیبی و بد چلنی جو اخلاق و تمدنی یا باہمی معاشرت کی بدیوں میں شمار ہوتی ہے، در حقیقت وہ خود اسی شخص کی آوارہ زندگی کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ بیرونی کوشش سے ان برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ ڈالیں اور نیست و نابود کر دیں تو یہ برائیاں کسی اور نئی صورت میں اس سے بھی زیادہ زور شور سے پیدا ہو جاویں گی۔ جب تک شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کی حالتوں کو ترقی نہ دی جاوے۔

اے میرے عزیز ہم وطنو! اگر یہ رائے صحیح ہے تو اس کا یہ نتیجہ ہے کہ قوم کی سچی ہمدردی اور سچی خیر خواہی کرو۔ غور کرو کہ تمہاری قوم کی شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کس طرح پر عمدہ ہو، تاکہ تم بھی ایک معزز قوم ہو۔ کیا جو طریقہ تعلیم و تربیت کا، بات بات چیت کا، وضع و لباس کا، سیر سپاٹے کا، شغل و اشغال کا، تمہاری اولاد کے لیے، اس سے ان کے شخصی چال چلن، اخلاق و عادات، نیکی و سچائی میں ترقی ہو سکتی ہے؟ حاشا و کلا۔ جب کہ ہر شخص اور کل قوم خود اپنی اندرونی حالتوں سے آپ اپنی اصلاح کر سکتی ہے تو اس بات کی امید پر بیٹھے رہنا کہ بیرونی زور انسان کی یا قوم کی اصلاح و ترقی کرے کس قدر افسوس بلکہ نادانی کی بات ہے۔

وہ شخص در حقیقت غلام نہیں ہے جس کو ایک خدا ناترس نے جو اس کا ظالم آقا کہلایا جاتا ہے خرید لیا ہے۔ یا ایک ظالم اور خود مختار بادشاہ یا گورنمنٹ کی رعیت ہے بلکہ در حقیقت وہ شخص اصلی غلام ہے جو بداخلاقی، خود غرضی، جہالت اور شرارت کا مطیع اور اپنی خود غرضی کی غلامی میں مبتلا اور قومی ہمدردی سے بے پرواہ ہے۔ وہ قومیں جو اس طرح دل میں غلام ہیں وہ بیرونی زوروں سے، یعنی عمدہ گورنمنٹ یا عمدہ قومی انتظام سے آزاد نہیں ہو سکتیں جب تک کہ غلامی کی یہ دلی حالت دور نہ ہو۔ اصل یہ ہے کہ جب تک انسانوں میں یہ خیال ہے کہ ہماری اصلاح و ترقی گورنمنٹ پر یا قوم کے عمدہ انتظام پر منحصر ہے اس وقت تک کوئی مستقل اور برتاؤ میں آنے کے قابل نتیجہ اصلاح و ترقی کا قوم میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ گو کیسی ہی عمدہ تبدیلیاں گورنمنٹ یا انتظام میں کی جاویں، وہ تبدیلیاں فانوس خیال سے کچھ زیادہ رتبہ نہیں رکھتیں جس میں طرح طرح کی تصویریں پھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، مگر جب دیکھو تو کچھ بھی نہیں۔

مستقل اور مضبوط آزادی، سچی عزت، اصلی ترقی، شخصی چال چلن کے عمدہ ہونے پر منحصر ہے اور وہی شخصی چال چلن معاشرت و تمدن کا محافظ اور وہی شخصی چال چلن قومی ترقی کا بڑا ضامن ہے۔ جان اسٹیورٹ مل جو اسی زمانے میں ایک بہت بڑا حکیم گزرا ہے، اس کا قول ہے کہ ظالم اور خود مختار حکومت بھی زیادہ خراب نتیجے پیدا نہیں کر سکتی اگر اس کی رعایا میں شخصی اصلاح اور شخصی ترقی موجود ہے اور جو چیز کہ شخصی اصلاح و شخصی ترقی کو دبا دیتی ہے در حقیقت وہی شے اس کے لیے ظالم و خود مختار گورنمنٹ ہے۔ پھر اس شے کو جس نام سے چاہو پکارو۔ اس مقولے پر میں اس قدر اور زیادہ کرتا ہوں کہ جہاں شخصی اصلاح اور شخصی ترقی مٹ گئی ہے یا دب گئی ہے وہاں کیسی ہی آزاد اور عمدہ گورنمنٹ کیوں نہ قائم کی جاوے وہ کچھ بھی عمدہ نتیجے پیدا نہیں کر سکتی اور اس اپنے مقولے کی تصدیق کو ہندوستان کی اور خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت کی مثال پیش کرتا ہوں۔

انسان کی قومی ترقی کی نسبت ہم لوگوں کے یہ خیال ہیں کہ کوئی خضر ملے، گورنمنٹ فیاض ہو اور ہمارے سب کام کر دے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہر چیز ہمارے لیے کی جاوے اور ہم خود نہ کریں۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس کو ہادی اور رہنما بنایا جاوے تو تمام قوم کی دلی آزادی کو برباد کر دے اور آدمیوں کو انسان پرست بنا دے۔ حقیقت میں ایسا ہونا قوت کی پرستش ہے اور اس کے نتائج انسان کو ایسا ہی حقیر بنا دیتے ہیں، جیسے کہ صرف دولت کی پرستش سے انسان حقیر و ذلیل ہو جاتا ہے۔ کیا لالہ اشرفی مل جو ہر روز لچھمی کی پوجا کرتے ہیں اور بے انتہا دولت رکھتے ہیں، انسانوں میں کچھ قدر و منزلت کے لائق گنے جاتے ہیں؟

بڑا سچا مسئلہ اور نہایت مضبوط جس سے دنیا کی معزز قوموں نے عزت پائی ہے وہ اپنی مدد آپ کرنا ہے۔ جس وقت لوگ اس کو اچھی طرح سمجھیں گے اور کام میں لاویں گے تو پھر خضر کو ڈھونڈنا بھول جاویں گے۔ اوروں پر بھروسے اور اپنی مدد آپ یہ دونوں اصول ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں۔ پچھلا انسان کی بدیوں کو برباد کرتا ہے اور پہلا خود انسان کو۔ قومی انتظام یا عمدہ قوانین کے اجرا کی خواہش یہ بھی ایک قدیمی غلط خیال ہے۔

ہر روز کے تجربے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شخصی چال چلن میں یہ قوت ہے کہ دوسرے کی زندگی اور برتاؤ اور چال چلن پر نہایت قوی اثر پیدا کرتا ہے اور حقیقت میں یہی ایک نہایت عمدہ عملی تعلیم ہے اور جب ہم اس عملی تعلیم کا علمی تعلیم سے مقابلہ کریں تو مکتب و مدرسے اور مدرسۃ العلوم کی تعلیم اسی عملی تعلیم کی ابتدائی تعلیم معلوم ہوتی ہے۔ زندگی کے علم کا یعنی زندگی کے برتاؤ کے علم کا جس کو انگریزی میں "لائف ایجوکیشن" کہتے ہیں، انسان پر، قوم پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ مکتب و مدرسہ و مدرسۃ العلوم کا علم طاق میں یا صندوق میں یا الماری میں یا کسی بڑے کتب خانے میں رکھا ہوا ہوتا ہے، مگر زندگی کے برتاؤ کا علم ہر وقت دوست سے ملنے میں، گھر کے رہنے سہنے میں، شہر کی گلیوں میں پھرنے میں، صرافہ کی دوکان کرنے میں، ہل جوتنے میں، کپڑا بننے کے کارخانے میں، کلوں سے کام کرنے کے کارخانے میں اپنے ساتھ ہوتا ہے اور پھر بے سکھائے اور بے شاگرد کیے، لوگوں میں صرف اس کے برتاؤ سے پھیلتا جاتا ہے۔

یہ پچھلا علم وہ علم ہے، جو انسان کو انسان بناتا ہے۔ اسی پچھلے علم سے عمل، چال چلن، تعلیم نفسی، نفس کشی، شخصی خوبی، قومی مضبوطی، قومی عزت حاصل ہوتی ہے۔ یہی پچھلا علم وہ علم ہے کہ جو انسان کو اپنے فرائض ادا کرنے اور دوسروں کے حقوق محفوظ رکھنے اور زندگی کے کاروبار کرنے اور اپنی عاقبت کے سنوارنے کے لائق بنا دیتا ہے۔ اس تعلیم کو آدمی صرف کتابوں سے نہیں سیکھ سکتا اور نہ یہ تعلیم کسی درجے کی علمی تحصیل سے ہوتی ہے۔ لارڈ بیکن کا نہایت علم سے باہر اور علم سے برتر ہے اور مشاہدہ آدمی کی زندگی کو درست اور اس کے علم کو باعمل، یعنی اس کے برتاؤ میں کر دیتا ہے۔ علم کے بہ نسبت عمل اور سوانح عمری کی بہ نسبت عمدہ چال چلن آدمی کو زیادہ تر معزز اور قابل ادب بناتا ہے۔

(انتخاب مضامین سرسید)

سرسید احمد خان

سرسید احمد خان ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ مغل بادشاہ شاہ جہان کے دور میں ہندوستان آئے تھے۔ انھیں برصغیر میں مسلم قوم پرستی کا سرخیل سمجھا جاتا ہے۔ وہ دو قومی نظریہ کے خالق سمجھے جاتے ہیں۔ اس دو قومی نظریے کی بنیاد پر پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ وہ مسلمانوں کی تعلیم و ترقی کے لیے کوشاں رہے۔ ۱۸۷۵ء میں انھوں نے علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی۔ جو بعد ازاں مسلمانوں کا اہم تعلیمی، سیاسی اور ادبی مرکز قرار پایا۔ انھوں نے ایک علمی اور ادبی رسالہ "تہذیب الاخلاق" جاری کیا جس نے لوگوں کی اجتماعی زندگی پر گہرے اثر چھوڑے۔

سرسید نے اردو زبان میں مضمون نگاری کو رواج دیا انھوں نے اخلاق، تعلیمی اور قومی موضوعات پر کئی مضامین لکھے۔ ان کا انداز تحریر سادہ، آسان اور ہر قسم کی بناوٹ سے پاک ہوتا تھا۔

سرسید مصلحِ قوم ہونے کے علاوہ بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ انھوں نے کئی کتب تحریر کیں۔ ان کی اہم تصانیف ہیں۔ "آثار الصنادید"، "خطبات احمد"، "تبیین القرآن" اور "تفسیر القرآن" شامل ہیں۔ رسالہ بغاوت ہند کے نام سے ایک کتابچہ بھی لکھا ہے۔ سرسید ۸۰ سال کی عمر میں ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔ انھیں علی گڑھ کالج کے لان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

مشق

۱۔ درج ذیل نثر پارے کو فہم کے ساتھ پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جوابات دیں۔

آدمی جس قدر کہ دوسرے پر بھروسے کرتے جاتے ہیں، خواہ اپنی بھلائی اور اپنی ترقی کا بھروسہ گورنمنٹ ہی پر کیوں نہ کریں (یہ امر بدیہی اور لابدی ہے) وہ اسی قدر بے مدد اور بے عزت ہوتے جاتے ہیں۔ اے میرے ہم وطن بھائیو! کیا تمھارا یہی حال نہیں ہے؟ ایشیا کی تمام قومیں یہی سمجھتی رہی ہیں کہ اچھا بادشاہ ہی رعایا کی ترقی اور خوشی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یورپ کے لوگ جو ایشیا کے لوگوں سے زیادہ ترقی کر گئے تھے، یہ سمجھتے تھے کہ ایک عمدہ انتظام قوم کی عزت و بھلائی و خوشی اور ترقی کا ذریعہ ہے، خواہ وہ انتظام باہمی قوم کے رسم و رواج کا ہو، یا گورنمنٹ کا۔ اور یہی سبب ہے کہ یورپ کے لوگ قانون بنانے والی مجلسوں کو بہت بڑا ذریعہ انسان کی ترقی اور خیال کر کر ان کا درجہ سب سے اعلیٰ اور نہایت بیش بہا سمجھتے تھے، مگر حقیقت میں یہ سب خیال غلط ہیں۔

سوالات:

الف۔ دوسروں پر بھروسہ کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

ب۔ "یہ امر بدیہی اور لابدی ہے" اس جملے کا تبصرہ لکھیں۔

ج۔ ایشیا کی قومیں اپنی ترقی کا ذریعہ کسے سمجھتی رہی ہیں؟

د۔ یورپ کے لوگ اپنی ترقی کا ذریعہ کسے لکھتے ہیں؟

ہ۔ اس نثر پارے میں مصنف نے کیا پیغام دیا ہے؟

۲۔ مولوی عبدالحق اور سرسید احمد خان کی لکھی ہوئی درج ذیل عبارات کو پڑھیں اور مصنفین کے طرز تحریر کی شناخت کریں۔

i۔ آدمی جس قدر کہ دوسرے پر بھروسے کرتے جاتے ہیں، خواہ اپنی بھلائی اور اپنی ترقی کا بھروسہ گورنمنٹ ہی پر کیوں نہ کریں (یہ امر بدیہی اور لابدی ہے) وہ اسی قدر بے مدد اور بے عزت ہوتے جاتے ہیں۔ اے میرے ہم وطن بھائیو! کیا تمھارا یہی حال نہیں ہے؟ ایشیا کی تمام قومیں یہی سمجھتی رہی ہیں کہ اچھا بادشاہ ہی رعایا کی ترقی اور خوشی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یورپ کے لوگ جو ایشیا کے لوگوں سے زیادہ ترقی کر گئے تھے، یہ سمجھتے تھے کہ ایک عمدہ انتظام قوم کی عزت و بھلائی و خوشی اور ترقی کا ذریعہ ہے، خواہ وہ انتظام باہمی قوم کے رسم و رواج کا ہو، یا گورنمنٹ کا۔ اور یہی سبب ہے کہ یورپ کے لوگ قانون بنانے والی مجلسوں کو بہت بڑا ذریعہ انسان کی ترقی اور خیال کر کر ان کا درجہ سب سے اعلیٰ اور نہایت بیش بہا سمجھتے تھے، مگر حقیقت میں یہ سب خیال غلط ہیں۔

ii۔ مقبرے کا باغ میری نگرانی میں تھا۔ میرے رہنے کا مکان بھی باغ کے احاطے ہی میں تھا۔ میں نے اپنے بنگلے کے سامنے چمن بنانے کا کام نام دیو کے سپرد کیا۔ میں اندر کمرے میں کام کرتا رہتا تھا۔ میری میز کے سامنے بڑی سی کھڑکی تھی۔ اس میں سے چمن صاف نظر آتا تھا۔ لکھتے لکھتے کبھی نظر اٹھا کر دیکھتا تو نام دیو کو ہمہ تن اپنے کام میں مصروف پاتا۔ بعض دفعہ اس کی حرکتیں دیکھ کر بہت تعجب ہوتا۔ مثلاً گیا دیکھتا ہوں کہ نام دیو ایک پودے کے سامنے بیٹھا اس کا تھانولا صاف کر رہا ہے۔ تھانولا صاف کر کے حوض سے پانی لیا اور آہستہ آہستہ ڈالنا شروع کیا۔ پانی ڈال کر ڈول درست کیا اور ہر رخ سے پودے کو مڑ مڑ کر دیکھا۔ پھر الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ دیکھتا جاتا تھا اور مسکراتا اور خوش ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ کام اسی وقت ہوتا ہے، جب اس میں لذّت آنے لگے۔ بے مزہ کام، کام نہیں، بیگار ہے۔

۳۔ روزمرہ محاورہ

i۔ روزمرہ اہلِ زبان کی بات چیت جو وہ روزمرہ زندگی میں باہم بولتے ہیں روزمرہ کہلاتا ہے۔ دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا مجموعہ جو اہلِ زبان کی بول چال کے مطابق، حقیقی معنوں میں استعمال ہوتا ہو روزمرہ کہلاتا ہے۔

جیسے اہلِ زبان یہ کبھی نہیں کہیں گے کہ میری چشم میں درد ہے بلکہ میری آنکھ میں درد ہے کہیں گے۔

❖ درج ذیل جملوں میں درست روزمرہ استعمال کر کے دوسروں کو سنائیں۔

الف۔ ان کی عمروں میں ـــــــــــــــــ کا فرق ہے۔ (انیس بیس، اٹھارہ بیس)

ب۔ لڑکی نے دوپٹا ـــــــــــــــــ (اوڑھا، پہنا)

ج۔ وہ آئے ـــــــــــــــــ سکول سے غیر حاضر رہتا ہے۔ (آئے دن، آئے روز)

د۔ احمد ـــــــــــــــــ مسجد جاتا ہے۔ (بے ناغہ، بلا ناغہ)

ہ۔ ـــــــــــــــــ کی شکایت اچھی نہیں ہوتی۔ (دن دن، روز روز)

ii۔ محاورہ: جب کوئی کلام اپنے لغوی معنی کے بجائے مجازی معنی دیتا ہو تو محاورہ کہتے ہیں۔ جیسے پانی پینا محاورہ نہیں ہے مگر لہو پینا، غصہ پینا، آنسو پینا وغیرہ محاورے ہیں۔ درج ذیل غلط محاورات کو درست کر کے لکھیں اور اُن کے جملے اس طرح تحریر کریں کہ اُن کا مفہوم واضح ہو جائے۔

غلط محاورات	درست محاورات	جملے
مثال: چاند سے باتیں کرنا	آسمان سے باتیں کرنا	کے ٹو کی چوٹی آسمان سے باتیں کرتی ہے۔
سرخ باغ دکھانا		
کان میں دم کرنا		
گردن کا ہار ہونا		
پنجروں کے طوطے اڑنا		
ہوش خطا ہونا		

۴۔ **تلخیص:** تلخیص کا مطلب کسی طویل عبارت کو اختصار کے ساتھ اس طرح لکھنا کہ اس کا کوئی اہم نکتہ چھوٹنے نہ پائے۔ تلخیص کی طوالت، عام طور پر اصل عبارت سے کم یعنی ایک تہائی ہوتی ہے۔ تلخیص میں اصل عبارت کے اسلوب کو قائم رکھنا غیر ضروری ہوتا ہے، اسے اپنے انداز سے اور الفاظ میں لکھنا چاہیے۔ اصل عبارت میں دی گئی معلومات اور واقعات کی ترتیب بھی برقرار رکھنی چاہیے۔ تلخیص کے دوران اصل عبارت کے اہم نکات میں ترمیم، اضافہ، کمی یا بیشی نہیں کی جاسکتی۔ اگر عبارت متعدد پیراگرافوں پر مشتمل ہو تو تلخیص ایک ہی پیرے میں لکھی جائے گی۔ تلخیص میں طویل جملوں کی بجائے مختصر جملے لکھے جاتے ہیں۔

❖ ۔درج ذیل عبارت کی تلخیص کریں۔

اودھ کی راج دھانی جب فیض آباد سے لکھنؤ منتقل ہوئی تو اس کو چار چاند لگ گئے۔ میر تقی میرؔ، انشاءاللہ خاں انشاؔ، جراتؔ اور مصحفیؔ وغیرہ نے ادھر کا رخ کیا۔ میر انیسؔ کا خاندان دلی سے پہلے ہی آ چکا تھا۔ ان بزرگوں کے دم قدم سے بادشاہوں کے دربار، امرا کی ڈیوڑھیاں اور اہلِ علم کی محفلیں، شعر و سخن کے نغموں سے پُرشور بن گئیں۔ ناسخ و آتشؔ، وزیر و صبا اور ان کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں نے شعر و ادب کے جواہر ریزوں کے ڈھیر لگا دیے۔

۵۔ سبق اپنی مدد آپ کے درمیان سے لی گئی درج ذیل عبارت کو ایک طالب علم درست تلفظ سے ادا کرے جب کہ باقی طلبہ پورے سبق کے مرکزی نقطۂ خیال، نکتے یا تصور تک رسائی حاصل کر کے سباق (اس عبارت سے پہلے کا حصہ) کو سمجھتے ہوئے مکمل موضوع کو اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

اے میرے عزیز ہم وطنو! اگر یہ رائے صحیح ہے تو اس کا یہ نتیجہ ہے کہ قوم کی سچی ہمدردی اور سچی خیر خواہی کرو۔ غور کرو کہ تمھاری قوم کی شخصی زندگی اور شخصی چال چلن کس طرح پر عمدہ ہو تاکہ تم بھی ایک معزز قوم ہو۔ کیا جو طریقہ تعلیم و تربیت کا، بات چیت کا، وضع و لباس کا، سیر سپاٹے کا، مشتغل اشتغال کا، تمھاری اولاد کے لیے، اس سے ان کے شخصی چال چلن، اخلاق و عادات، نیکی و سچائی میں ترقی ہو سکتی ہے؟

۶۔اسم، فعل، حرف کی پہچان اور نشان دہی:

اسم وہ لفظ ہے جو کسی کا نام ہو۔ مثلاً:

لڑکا، اسلم، شہر، لاہور، شاعر، میرؔ

فعل وہ کلمہ ہے جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا ظاہر ہو۔ مثلاً:

احمد نے لکھا۔ استاد صاحب نے پڑھایا۔ لکھا اور پڑھایا فعل ہے۔

حرف وہ غیر مستقل الفاظ ہیں جو تنہا بولنے یا لکھنے میں کوئی خاص معانی نہیں دیتے، جب تک کہ کسی جملے میں یا دوسرے الفاظ کے ساتھ استعمال نہ ہوں:

مثلاً: کا، نے، سے، کیوں کہ، اور، مگر وغیرہ

حروف، جملے کے اجزا کو باہم ملانے کے کام آتے ہیں۔

❖ درج ذیل عبارت میں اسم، فعل اور حروف کی نشان دہی کریں۔

شاہد نے اپنے بھائی کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم زندگی میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمھیں سخت محنت کرنی ہو گی۔ دنیا میں محنت ہی کامیابی کی ایک کنجی ہے۔

۷۔ بہت جلد آپ کی عمر اس سطح پر پہنچے گی کہ آپ ایک محب وطن شہری کی حیثیت سے انتخابات میں اپنا ووٹ ڈالنے جائیں گے درج ذیل میں ووٹ کے اندراج کی درستی کا فارم دیا جا رہا ہے۔ آپ اسے پُر کرنے کی مشق کریں۔

الیکشن کمیشن آف پاکستان

فارم 23

ووٹر کے کوائف کی درستگی زیر دفعہ 37 الیکشنز ایکٹ-2017

[illegible] ....

[illegible] | | | | | | | | | [illegible] .... [illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]		کوائف کی تصحیح [illegible]
		☐	گھرانہ نمبر ۱
		☐	نام ۲
		☐	والد کا نام ۳
		☐	خاوند کا نام ۴
		☐	[illegible] ۵
		☐	پتہ ۶

[illegible]

نام .... [illegible] ....

[illegible] | | | | | | | | | | | | | |

پتہ .... [illegible] .... [illegible] ....

[illegible] .... تحصیل / تعلقہ ....

ضلع .... [illegible] | | | | | | | | | | |

[illegible]

تاریخ			درخواست دہندہ کا [illegible]	درخواست دہندہ کے دستخط
دن	مہینہ	سال		

[illegible]

سرگرمیاں

۱۔ ٹیلی ویژن، ریڈیو یا موبائل فون سے خبروں، ڈراموں، فیچروں میں اُٹھائے گئے اخلاقی معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ غور سے سنیں۔ سنے گئے ان اہم نکات کو مع تبصرہ و تشریح جماعت کے دیگر ساتھی طلبہ کے سامنے بیان کریں۔

۲۔ طلبہ مل کر سکول کے ہال میں ''سچائی یا ایمان داری'' کے موضوع پر ایک ٹیبلو یا خاکہ پیش کریں۔ اس سلسلے میں استاد محترم سے بھی رہ نمائی لی جا سکتی ہے۔

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ تلخیص نگاری کے اصولوں سے روشناس کرائیں۔
- طلبہ کو اخبارات، ریڈیو، موبائل فون، ٹیلی وژن سے خبروں، ڈراموں، فیچروں میں اُٹھائے گئے اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی نکات وغیرہ سنائیں اور پڑھائیں۔ اہم نکات کو آسان انداز میں تشریح کریں تاکہ بعد میں طلبہ خود بھی کسی اخلاقی، معاشرتی، ثقافتی موضوع کے اہم نکات کو مع تبصرہ و تشریح بیان کر سکیں۔